# سیرت کانفرنس کو جائز اور میلاد کو بدعت ثابت کرنے کا انوکھا اصول

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ میلاد کے منکر اور سیرت کانفرنس کو جائز کہنے والے (وہابی، دیوبندی) کہتے ہیں کہ "اہل سنت میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرض و واجب کہتے ہیں اور مخصوص تاریخ میں کرتے ہیں جو کہ بدعت ہے اور سیرت کانفرنس کو ہم وہابی مستحب کہتے اور یہ مخصوص کر کے نہیں کیا جاتا ہے اس لیے جائز ہے۔" آپ اس حوالے سے راہنمائی فرمائیں کہ کیا میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل سنت کے نزدیک فرض وواجب ہے؟ اور کیا دن مخصوص کر کے کوئی نیک کام کرنا جائز نہیں ہوتا ہے؟

**بسم الله الرحمن الرحيم**

**الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب**

منکرینِ میلاد (وہابی، دیوبندی، مرزا انجینئر گروہ وغیرہ) کی عقلوں پر ہزار تُف ہے کہ پہلے یہ کہتے تھے کہ "میلاد اس وجہ سے ناجائز و بدعت ہے کہ حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں" اور ان کے پرانے مولویوں نے واضح انداز میں میلاد کے ساتھ **سیرت کے اجتماعات** کو بھی **بدعت** لکھا ہے۔ پھر جب ان لوگوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کے دِلوں سے میلاد کی محبت ختم نہیں ہو رہی اور وہ بھرپور انداز میں ہر سال بڑھ چڑھ کر اس کا اہتمام کر رہے ہیں اور ان (منکرینِ میلاد) مولویوں نے اپنی جیبیں بھی گرم کرنا چاہیں تو میلاد کے مقابلہ میں سیرت کانفرنس رائج کی اور اب ربیع الاول کے مہینے سمیت خاص بارہویں کی رات و دن اور سارا سال سیرت کانفرنس کے اجتماعات ہونا شروع ہو گئے۔

**اب سوال یہ تھا** کہ ساری زندگی تو یہ منکرین کہتے رہے کہ "میلاد اس وجہ سے بدعت ہے کہ صحابہ کرام نے نہیں کیا" تو سیرت کانفرنس بھی تو صحابہ کرام نہیں کی ہے اس طرح وہ بھی بدعت ہونی چاہیے، لیکن ان مولویوں کو یہ معلوم تھا کہ ان کے فرقوں سے تعلق رکھنے والی لوگوں کو اتنی فہم نہیں، اس لیے انہوں نے اپنے ماننے والوں کو یوں بے وقوف بنایا کہ میلاد اور سیرت کانفرنس میں یہ فرق ہے کہ "اہل سنت میلاد کو فرض وواجب سمجھتے ہیں اور دن مخصوص کر کے کرتے ہیں اور ہم سیرت کانفرنس میں ایسا نہیں کرتے"

ان منکرین کی اس بونگی دلیل پر ان کے تمام فرقے والے مطمئن ہیں حالانکہ ہر ذی شعور یہ باخوبی سمجھ سکتا ہے کہ پہلے اصول تو یہ تھا کہ جو کام صحابہ کرام نے نہیں کیا وہ بدعت ہے تو "سیرت کانفرنس" اس اصول میں تو "ناجائز و بدعت" ہے، وہ بعد کی بات ہے کہ یہ مستحب ہے یا نہیں....!! پہلے اپنا سابقہ اصول تو دیکھو لہذا مطلب یہ ہوا کہ تم اپنا سابقہ اصول ختم کر چکے ہو کہ جو کام صحابہ نے نہ کیا ہو وہ اب

مطلقاً بدعت نہیں ہے۔ لیکن اپنی جاہل وہابی عوام کو تو بتادو کہ اب یہ اصول ہم چھوڑ چکے ہیں کیونکہ وہ طوطے کی طرح ابھی بھی میلاد کو اسی وجہ سے ناجائز کہہ رہی ہے کہ صحابہ کرام نے نہیں منایا اس لیے بدعت ہے۔

اب اگر تم یہ کہتے ہو کہ سیرت کانفرنس اس لیے جائز ہے کہ وہابی دیوبندی اسے واجب نہیں سمجھتے جبکہ "**اہل سنت میلاد فرض وواجب سمجھتے ہیں**" تو یہ آپ لوگوں کا اہل سنت پر "**صریح بہتان**" ہے۔ **ہم ہر گز میلاد شریف کو فرض وواجب نہیں کہتے اور نہ سمجھتے ہیں**، اگر کسی مستند عالم نے ایسا لکھا ہے تو بطور ثبوت پیش کرو۔ عبد المصطفیٰ اعظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "جنتی زیور" میں لکھتے ہیں:

"**میلاد شریف اور گیارہویں شریف کی محفلوں کا بھی یہی مسئلہ ہے کہ یہ سب جائز و درست اور بہت ہی بابرکت محفلیں ہیں اور یقیناً باعث ثواب اور مستحب ہیں۔**" (جنتی زیور، صفحہ 159، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اسی طرح کی درجنوں اور بھی دلیلیں اہل سنت کی کتب میں موجود ہیں جس میں انہوں نے میلاد شریف کو مستحب لکھا ہے۔ لہٰذا وہابی دیوبندی کا پہلا بہتان تو غلط ثابت ہوا۔

اب آجاتے ہیں وہابی دیوبندی کے دوسرے فریب پر کہ "سیرت کانفرنس اس لیے جائز ہے کہ وہ دن مخصوص کرکے نہیں ہوتی جبکہ میلاد دن مخصوص کرکے ہوتا ہے۔" اب تمام وہابی، دیوبندی عوام سے میں پوچھتا ہوں کہ آپ نے کبھی بغیر تاریخ مقرر کیے **اچانک** سیرت کانفرنس ہوتے دیکھی ہے؟ کیا آپ سیرت کانفرنس کی تاریخ مقرر نہیں کرتے؟ اگر وہابی مولوی یہ کہیں کہ ہم ہر سال ایک ہی تاریخ بالخصوص بارہ ربیع الاول ہی کو سیرت کانفرنس نہیں کرتے جیسے اہل سنت میلاد کرتے ہیں تو اس کا **پہلا جواب** یہ ہے کہ اہل سنت بھی فقط بارہ ربیع الاول ہی کو میلاد منعقد نہیں کرتے، سارا سال میلاد کی محافل ہوتی ہیں۔

لہٰذا اگر ایک سنی یہ کہے کہ میں میلاد کو مستحب کہتا ہوں اور بیس ربیع الاول کو میلاد کی محفل منعقد کرنا چاہتا ہوں جس میں حضور علیہ السلام کی سیرت بیان ہوگی۔ تو اب وہابی مولوی اپنے جدید اصول کے مطابق بتائیں اس میں کیا شرعی قباحت ہوگی؟ اب تمہارے نزدیک تو یہ بالکل جائز و مستحب ہونا چاہیے۔ اگر یہ بدعت ہے تو سیرت کانفرنس بھی بدعت ہوگی۔

پھر بارہ ربیع الاول ہی کو اگر میلاد مخصوص کیا جائے تو اس میں کیا شرعی قباحت ہے....؟؟!! کیا کئی وہابی دیوبندی مولوی ہر سال بارہویں کی رات یا دن سیرت کانفرنس کئی سالوں سے نہیں کر رہے....؟؟!!

## ❁ دن مخصوص کرکے کوئی بھی نیک کام کرنا شرعاً بالکل جائز ہے بلکہ احادیث سے ثابت ہے ❁

نیز دن مخصوص کرکے کوئی بھی نیک کام کرنا شرعاً بالکل جائز ہے بلکہ احادیث سے ثابت ہے۔ چند احادیث اور مستند علمائے کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

**صحیح البخاری** میں ہے:" عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ:كَانَ عَبْدُ اللهِ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَمِيسٍ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، لَوَدِدْتُ أَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ؟ قَالَ: أَمَا إِنَّهُ يَمْنَعُنِي مِنْ ذَلِكَ أَنِّي أَكْرَهُ أَنْ أُمِلَّكُمْ، وَإِنِّي أَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَتَخَوَّلُنَا بِهَا؛ مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا"ترجمہ:حضرت ابووائل سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعرات کے دن وعظ فرمایا کرتے تھے، تو ایک آدمی نے ان سے کہا کہ اے ابو عبد الرحمن!میری تمنا ہے کہ آپ روزانہ ہم کو وعظ سُنایا کریں۔ تو آپ نے فرمایا کہ (روزانہ وعظ کہنے سے) جو چیز مجھے روکتی ہے وہ یہ ہے کہ میں تم لوگوں کو تنگی میں ڈالنا نہیں چاہتا اور تمہاری فرصت کا خیال رکھتا ہوں جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعظ سنانے میں ہماری فرصت کا خیال رکھتے تھے اس خوف سے کہ ہم اکتا نہ جائیں (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب من جعل لأهل العلم أياما معلومة، الحديث: 70، جلد1، صفحة25، دار طوق النجاة، بيروت)

اب دیکھیں **وعظ کرنا ایک مستحب عمل ہے اور صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس عمل کو جمعرات کے لیے مخصوص کررہے ہیں**، اگر حضور علیہ السلام نے منع کیا ہوتا کہ دن مخصوص کرکے کوئی نیک کام نہ کرو تو وہ ہر گز ایسا نہ کرتے۔

**ابو داؤد شریف** کی حدیث پاک ہے:" عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: «لَا تُقَدِّمُوا صَوْمَ رَمَضَانَ بِيَوْمٍ، وَلَا يَوْمَيْنِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ صَوْمٌ يَصُومُهُ رَجُلٌ، فَلْيَصُمْ ذَلِكَ الصَّوْمَ"ترجمہ:حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:رمضان سے ایک یا دو دن قبل روزہ نہ رکھو۔ البتہ جو ان دنوں روزہ رکھتا ہو وہ روزہ رکھ لے۔
(سنن ابو داؤد،كتاب الصيام ،باب فيمن يصل شعبان برمضان متطوعا ،جلد2،صفحة 300،المكتبة العصرية، بيروت)

یعنی اگر کسی نے ہر جمعرات یا پیر کو نفلی روزہ رکھنے کے لیے مخصوص کیا ہوا ہے، اب ہوا یوں کہ شعبان کی اٹھائیس یا انتیس تاریخ پیر والے دن آگئی تو اس دن روزہ رکھنے کی اجازت ہے۔ پتہ چلا کہ کسی دن کو روزہ، قرآن وغیرہ کی عبادت کے لئے خاص کرنا اس حدیث پاک سے ثابت ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد محترم حافظ الحدیث عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ "**مصنف عبد الرزاق**" میں روایت کرتے ہیں: "كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَأْتِي قُبُورَ الشُّهَدَاءِ عِنْدَ رَأْسِ الْحَوْلِ، فَيَقُولُ: "السَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ، فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ"، قَالَ: وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، يَفْعَلُونَ ذَلِكَ"ترجمہ:نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہداء کی قبور پر تشریف لاتے تو انہیں یوں سلام کرتے تھے سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا۔ حضرت ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق ،كتاب الجنائز ،باب فی زيارة القبور ،جلد3 ،صفحة573 ،المكتب الإسلامی، بيروت)

اس حدیث پاک میں حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام کا وقت مخصوص کرکے نیک عمل کرنا بالکل واضح ہے اور وہابیوں کا خود ساختہ اصول باطل ہوگیا کہ کوئی نیک کام مخصوص وقت میں کرنا بدعت ہے۔ بلکہ اس حدیث پاک سے علمائے کرام نے اولیائے عظام کا سالانہ عرس بھی ثابت کیا ہے چنانچہ شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کو اعراس اولیاء کرام کے لیے مستند مانا اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "**ازینجاست حفظ اعراس مشائخ**" ترجمہ: مشائخ کے عرس منانا اس حدیث سے ثابت ہے۔

(ہمعات ہمعہ، صفحہ58، شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدر آباد پاکستان)

دن مخصوص کرکے نیک اعمال کرنا امت محمدیہ ہی نہیں بلکہ پچھلی امتوں سے بھی ثابت ہے چنانچہ اصحاب کہف کی قبروں کو وہاں کے لوگوں نے مزار بنایا تاکہ ان سے برکت حاصل کریں اور تفسیر روح البیان میں ہے:" والمذكور فی القصة أن الملك جعل علی باب الكهف مسجداً وجعل له فی كل سنة عيداً عظيماً" ترجمہ: اس قصہ کے متعلق مذکور ہے کہ بادشاہ وقت نے اس دروازہ پر مسجد بنوا دی اور وہ ہر سال ان کے لئے عید عظیم منعقد کرواتا۔

(روح المعانی، سورة الكهف، سورة: 18 ،الآية: 21 ،جلد8 ،صفحة225 ،دار الكتب العلمية، بيروت)

**صحیح البخاری و مسلم** میں ہے:" عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، قَالَ : قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَرَأَى الْيَهُودَ تَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ ، فَقَالَ : مَا هَذَا ؟ قَالُوا : هَذَا يَوْمٌ صَالِحٌ ، هَذَا يَوْمٌ نَجَّى اللهُ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ ، فَصَامَهُ مُوسَى ، قَالَ : فَأَنَا أَحَقُّ بِمُوسَى مِنْكُمْ ، فَصَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ" ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشوراء (دس محرم) کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس کا سبب معلوم فرمایا تو انہوں نے بتایا کہ یہ ایک اچھا دن ہے۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن (فرعون) سے نجات دلائی تھی۔ اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا روزہ رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا پھر موسیٰ علیہ السلام کے (شریک مسرت ہونے میں) ہم تم سے زیادہ مستحق ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا حکم دیا۔

(**صحيح البخاری**، كتاب الصوم، باب صوم يوم عاشوراء، الحديث: 2004، جلد3 ،صفحة44، دار طوق النجاة، بيروت
**صحيح المسلم**، كتاب الصيام، باب صوم يوم عاشوراء، الحديث: 1125، جلد3 ،صفحة146، دار طوق النجاة، بيروت)

یہ حدیث بالکل واضح ہے کہ جس دن کوئی نعمت وخوشی ملی ہو اس دن کو عبادت کے لیے خاص کرنا بھی جائز ہے بلکہ دو عظیم نبیوں کا طریقہ ہے۔ اس حدیث سے میلاد شریف کو علمائے اسلاف نے ثابت کیا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا اِستدلال نقل کرتے ہوئے

اِمام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:" وقد سئل شیخ الإسلام حافظ العصر أبوالفضل ابن حجر عن عمل المولد، فأجاب بما نصه: قال:وقد ظهر لي تخريجها علي أصل ثابت، وهو ما ثبت في الصحيحين من: ''أن النبي صلى الله عليه وسلم قدم المدينة، فوجد اليهود يصومون يوم عاشوراء، فسألهم، فقالوا: هو يوم أغرق الله فيه فرعون، ونجي موسي، فنحن نصومه شكرًا لله تعالي.فيستفاد منه فعل الشكر لله تعالي علي ما منَّ به في يوم معين من إسداء نعمة، أو دفع نقمة، ويعاد ذلک في نظير ذلک اليوم من كل سنة.والشكر لله تعالي يحصل بأنواع العبادات كالسجود والصيام والصدقة والتلاوة، وأيّ نعمة أعظم من النعمة ببروز هذا النبي صلى الله عليه وسلم الذي هو نبي الرحمة في ذلک اليوم.وعلي هذا فينبغي أن يتحري اليوم بعينه، حتي يطابق قصة موسي عليه السلام في يوم عاشوراء.ومن لم يلاحظ ذلک لا يبالي بعمل المولد في أيّ يوم في الشهر، بل توسَّع قوم حتي نقلوه إلي يوم من السنة. وفيه ما فيه. فهذا ما يتعلق بأصل عمل المولد.وأما ما يُعمل فيه فينبغي أن يقتصر فيه علي ما يفهم الشكر لله تعالي من نحو ما تقدم ذكره من التلاوة، والإطعام، والصدقة، وإنشاد شيء من المدائح النبوية والزهدية المحركة للقلوب إلي فعل الخيرات والعمل للآخرة"ترجمہ: شیخ الاسلام حافظ العصر ابو الفضل ابن حجر سے میلاد شریف کے عمل کے حوالے سے پوچھا گیا تو آپ نے اس کا جواب کچھ یوں دیا: مجھے میلاد شریف کے بارے میں اصل تخریج کا پتہ چلا ہے۔ ''صحیحین'' سے ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ علیہ السلام نے یہود کو عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس پر وہ عرض کرتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی، سو ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر بجالانے کے لیے اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی اِحسان واِنعام کے عطا ہونے یا کسی مصیبت کے ٹل جانے پر کسی معین دن میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا اور ہر سال اس دن کی یاد تازہ کرنا مناسب تر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر نماز و سجدہ، روزہ، صدقہ اور تلاوتِ قرآن و دیگر عبادات کے ذریعہ بجالایا جاسکتا ہے اور حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے بڑھ کر اللہ کی نعمتوں میں سے کون سی نعمت ہے؟ اس لیے اس دن ضرور شکرانہ بجالانا چاہیے۔ اور عقل کا تقاضا یہی ہے کہ اُسی معین دن کو منایا جائے تاکہ یومِ عاشوراء کے حوالے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے مطابقت ہو۔

اور اگر کوئی اس چیز کو ملحوظ نہ رکھے تو میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو ماہ کے کسی بھی دن منانے میں حرج نہیں بلکہ بعض نے تو اسے یہاں تک وسیع کیا ہے کہ سال میں سے کوئی دن بھی منالیا جائے۔ پس یہی ہے جو کہ عملِ مولد کی اصل سے متعلق ہے۔ جب کہ وہ چیزیں جن پر عمل کیا جاتا ہے ضروری ہے کہ ان پر اکتفا کیا جائے جس سے شکرِ خداوندی سمجھ آئے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ (ان

میں )ذکر، تلاوت، ضیافت، صدقہ، نعتیں، صوفیانہ کلام جو کہ دلوں کو اچھے کاموں کی طرف راغب کرے اور آخرت کی یاد دلائے (وغیرہ جیسے اُمور شامل ہیں)۔

(✶حسن المقصد في عمل المولد صفحة 63، 64 ، بيروت، ✶الحاوي للفتاوي صفحة 205، 206 دار الفكر بيروت، ✶سبل الهديٰ والرشاد في سيرة خير العباد صلي الله عليه وسلم، جلد ،1 صفحة 366 ، مصر، ✶ شرح المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، جلد ،1 صفحة 263، بيروت، ✶السيرة النبوية، أحمد بن زيني دحلان، جلد ،1 صفحة 54 دار الكتب الإسلامية)

اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے **امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن** فرماتے ہیں:"اب وقت معیّن کرنے سے متعلق گفتگو کرنی ہے جس کا لوگوں میں رواج ہے، جیسے سوم، چہلم، ایک سال چھ ماہ، اقول وبحول اللہ اصول (میں کہتا ہوں اور خدا ہی کی دی ہوئی قوت سے حملہ کرتا ہوں۔) توقیت یعنی کسی کام کے لیے وقت مقرر کرنے کی دو صورتیں ہیں: (1) شرعی اور (2) عادی۔

(1)...شرعی یہ کہ شریعت مطہرہ نے کسی کام کے لیے کوئی وقت مقرر فرمایا ہے کہ

(۱)...جو اس کے علاوہ وقت میں وہ ہو ہی نہیں سکتا اور اگر کریں تو وہ عمل شرعی ادا نہ ہو گا۔ جیسے قربانی کے لیے ایام نحر۔

(۲)...یا یہ کہ اس وقت سے اس عمل کو مقدم یا مؤخر کرنا ناجائز ہو، جیسے احرام حج کے لیے حرمت والے مہینے (شوال، ذی قعدہ، ذوالحجہ)۔

(۳)...یا یہ کہ اس وقت میں جو ثواب ہو وہ دوسرے وقت میں نہ ملے، جیسے نماز عشاء کے لیے تہائی رات۔

(2)... عادی یہ کہ شریعت کی جانب سے کوئی قید نہیں جب چاہیں عمل میں لائیں۔ لیکن حدث (کام ہونے) کے لیے زمانہ ضروری ہے اور زمانہ غیر معین میں وقوع محال عقلی ہے.... ہوشیار اے طالبان حق ان کو، ان کی سرکشی اور زیادتی میں چھوڑ اور اثار واحادیث کی جانب متوجہ ہو تاکہ ہم کچھ تعینات عادیہ تجھے سنائیں

"**ازین قبیل ست انچہ در حدیث آمد کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیارتِ شہدائے احد را سر سال مقرر فرمودن کما سیأتی وآمدن مسجد قبا را روز شنبہ** كما فى الصحيحين عن ابن عمر رضى الله‌تعالىٰ عنهما **وروزہ شکر رسالت را روز دوشنبہ** كما فى صحيح مسلم عن أبى قتادة رضى الله‌تعالىٰ عنه **وبا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشاورہ دینی صبح وشام** كما فى صحيح البخارى عن ام المؤمنين الصديقة رضى الله تعالىٰ عنها **وانشائے سفر جہاد را پنجشنبہ** كما فيه عن كعب بن مالك رضى الله‌تعالىٰ عنه **وطلبِ علم را دوشنبہ** كما عند ابى الشيخ وابن حبان والديلمى بسند صالح عن انس ابن مالك رضى الله تعالٰى عنه"**ترجمہ: اسی قبیل سے ہے**

جو حدیث میں آیا کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہدائے اُحد کی زیارت کیلئے سال کا شروع وقت مقرر فرمالیا تھا جیسا کہ آگے ذکر آرہا ہے۔ اور سنیچر کے دن مسجد قبا میں تشریف لانا، جیسا کہ صحیحین (بخاری و مسلم) میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ اور شکرِ رسالت کیلئے دوشنبہ کا روزہ جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دینی مشاورت کے لیے وقتِ صبح وشام کی تعیین جیسا کہ صحیح بخاری میں اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ اور سفر جہاد شروع کرنے کے لیے پنجشنبہ کی تعیین جیسا کہ اسی صحیح بخاری میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اور طلب علم کے لئے دوشنبہ کی تعیین جیسا کہ ابوالشیخ، ابن حبان اور دیلمی نے بسند صالح حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی

"وعبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعظ و تذکیر را روز پنجشنبہ كما فی صحيح البخاری عن وائل وعلماء ہدایت درس را روز چہارشنبہ كما فی تعليم المتعلم للامام برهان الاسلام الزرنوجیّ حکایت کردش از اُستاد خود امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ وگفت هكذا كان يفعل ابو حنيفة رضى الله تعالٰى عنه صاحب تنزیہہ الشریعۃ فرمود وكذا كان جماعة من اهل العلم"

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وعظ و تذکیر کے لیے پنجشنبہ کا دن مقرر کیا جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابو وائل سے مروی ہے۔ اور علما نے سبق شروع کرنے کے لیے بدھ کا دن رکھا جیسا کہ امام برہان الاسلام زرنوجی کی تعلیم المتعلم میں ہے۔ انہوں نے اپنے استاد امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ سے اس کی حکایت فرمائی اور کہا کہ اسی طرح امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے، صاحب تنزیہہ الشریعۃ نے فرمایا اور اسی طرح ایک جماعت کے علماء کا دستور رہا ہے۔

یہاں **مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ** (جو وہابی حضرات کے نسبی چچا، علمی باپ اور طریقت میں دادا تھے) کا کلام سننے کے قابل ہے۔ **تفسیر عزیزی** میں قولِ باری عزوجل ﴿وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ﴾ کے تحت فرماتے ہیں:

"وارد ہے کہ مُردہ اس حالت میں کسی ڈوبنے والے کی طرح فریاد رس کا منتظر ہوتا ہے اور اس وقت صدقے، دعائیں اور فاتحہ اسے بہت کام آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ، موت سے ایک سال تک، خصوصاً چالیس دن تک اس طرح کی امداد میں بھرپور کوشش کرتے ہیں۔

شاہ صاحب "**رسالہ ذبیحہ**" میں- جو مجموعہ زبدۃ النصائح میں چھپا ہے- اس طعن کے جواب میں فرماتے ہیں: "قولہ عروس بزرگان خود الخ" یہ طعن مطعون علیہ کے حالات سے بے خبری پر مبنی ہے اس لئے شریعت میں مقررہ فرائض کے سوا کسی کام کو کوئی فرض نہیں جانتا (یعنی کوئی مسلمان فاتحہ وغیرہ کو فرض وواجب نہیں جانتا)۔ ہاں قبورِ صالحین کی زیارت، قرآن، دعائے خیر اور تقسیم شرینی وطعام سے ان کی امداد باجماع علماء مستحسن اور اچھا عمل ہے۔ اور **روز عرس کا تعین اس لئے ہے کہ وہ دن دار العمل سے دار الثواب کی جانب ان کے**

انتقال فرمانے کی یاد دہانی کرنے والا ہے ورنہ جس دن بھی یہ کام ہو فلاح و نجات کا سبب ہے۔ اور خلف پر لازم ہے کہ اپنے سلف کے لئے اسی طرح کی بھلائی اور نیکی کرتا رہے۔ پھر سال کے تعین اور اس کے التزام کے سلسلے میں احادیث سے سند ذکر فرمائی کہ ابن المنذر اور ابن مردویہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال احد تشریف لاتے، جب دُرّہ کوہ پر پہنچتے تو شہیدوں کی قبر پر سلام کرتے اور فرماتے تمہیں سلام ہو، تمہارے صبر پر کہ دارِ آخرت کیا ہی عمدہ گھر ہے۔"

(فتاوٰی رضویہ، جلد9، صفحہ 580، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حاشیہ فتاوٰی امجدیہ میں **مولانا آل مصطفیٰ مصباحی** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ایصالِ ثواب میں معین تاریخ ہو مثلاً روزِ وفات یا غیر معین تاریخ میں، بلاشبہ جائز و مباح ہے۔ شریعت طاہرہ میں اس کے منع پر کوئی دلیل نہیں۔ معین تاریخوں میں ایصالِ ثواب کرنا محض دیوبندیوں اور وہابیوں کی نئی شریعت میں بدعت و ناجائز ہے چنانچہ دیوبندی پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی نے "فتاوٰی رشیدیہ، صفحہ 141 میں لکھا۔ "گیارہویں بھی بدعت ہے۔" دوسری جگہ لکھا "ثواب میت کو پہنچانا جب تخصیصات اور التزامات مروجہ ہوں تو نادرست اور باعث مواخذہ ہو جاتا ہے۔" امام الطائفہ مولوی اسماعیل دہلوی نے "تقویت الایمان" میں یہاں تک لکھدیا "حاجت بر آری کے لئے ان کی (پیر، پیغمبر، امام، شہید) نذر و نیاز شرک۔"

آج بھی دیوبندی، وہابی حضرات اپنے اکابرین کے ان غلط فتووں پر عمل پیرا ہیں۔ یہاں چند اصولی باتیں بتا کر معین تاریخوں میں ایصالِ ثواب کرنے کا جواز فراہم کیا جاتا ہے۔

**تخصیص و تعیین دو طرح کی ہوتی ہے:۔** (1) **تخصیص شرعی** (2) **تخصیص عادی**

پھر شرعی کی دو قسمیں ہیں (۱) شرعی غیر منفک (۲) شرعی منفک۔

(الف) تخصیص شرعی غیر منفک: شریعت کی جانب سے ایسی تخصیص کہ مخصوص ایام کے علاوہ درست ہی نہ ہو، جیسے ایام نحر قربانی کے لئے۔

(ب) تخصیص شرعی منفک: شرعاً تخصیص تو ہو مگر ایام مخصوصہ یا اوقات مخصوصہ کے علاوہ دیگر ایام و اوقات میں بھی درست ہو جیسے روزہ، نماز وغیرہ۔

(2) تخصیص عادی: شریعت کی جانب سے کوئی تخصیص نہیں، بندہ جب چاہے کرے۔ جیسے صدقات، خیرات وغیرہ۔ ایصال ثواب کے لئے دن کی تخصیص و تعیین بھی "عادی" ہے اور اس کی تخصیص میں شرعاً کوئی قباحت اور نہ ہی شناعت جیسے دن معین کر کے نماز، روزہ کی منت۔ ظاہر ہے کہ جب بھی ایصال ثواب کیا جائے گا خاص ہیئت اور خاص زمانہ ہی میں ہو گا۔ یونہی اگر اس میں دوسروں کو بھی شریک کرنا منظور ہو تو تاریخ کے تعیین کے بغیر شرکت دشوار ہو گی۔ جس طرح مساجد میں جماعت کے لئے وقت متعین کیا جاتا ہے

تا کہ نمازی وقت پر حاضر ہو کر جماعت سے نماز ادا کر سکیں۔ یہ ایسے ہی جیسے دیوبندی اپنے جلسوں کی اور تبلیغی جماعت والے اپنے اجتماع کی تاریخ متعین کرتے ہیں۔

وفات کی تاریخ کو ایصالِ ثواب کے لئے خصوصیت کے ساتھ اس لئے متعین کیا جاتا ہے کہ وہ دن مرنیوالے کی وفات کی یاد دلاتا ہے۔ کوئی سنی مسلمان تعینِ یوم کو واجب نہیں سمجھتا۔ اس طرح کے افعال میں تعینِ یوم خود سرکار کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے چنانچہ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے:" كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَأْتِي قُبُورَ الشُّهَدَاءِ بأحدٍ عِنْدَ رَأْسِ الْحَوْلِ" حضور اقدس ہر سال کے سِرے (شروع) پر شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے۔

مسلم شریف میں پیر کے دن روزہ رکھنے سے متعلق یہ حدیث مذکور ہے:"ان النبی صلي الله عليه وسلم سئل عن صوم الاثنين فقال فيه ولدت و فيه أنزل عليّ "ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اسی دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی۔

**الغرض یہ سب توقیتات عادیہ سے ہیں جسکا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان مخصوص ایام کے علاوہ دوسرے ایام میں درست نہیں۔ اور نہ ہی کوئی سنی مسلمان معین دن میں ایصالِ ثواب کرنے کو واجب وضروری سمجھتا ہے۔** اس لئے ایصال ثواب خواہ روز وفات کی تعین و تخصیص کے ساتھ کیا جائے یا اس کے بغیر مطلقا جائز ہے۔"(حاشیہ فتاوی امجدیہ، جلد4، صفحہ 177، مکتبہ رضویہ، کراچی)

وہابی حضرات کسی ایک حدیث یا کسی صحابی کے قول بلکہ کسی جید محدث وفقیہ کے قول سے ثابت کر دیں کہ انہوں نے فرمایا ہو کہ کوئی کام دن مخصوص کر کے کرنا ناجائز وبدعت ہے۔ یقینا وہابی حضرات نہ یہ ثابت کر پائے ہیں اور نہ کبھی ثابت کر پائیں گے۔ اگر دن مخصوص کر کے کام کرنا ناجائز ہے تو پھر تمام وہابیوں کے نکاح بھی ناجائز ہوئے کہ وہ بھی دن مخصوص کر کے ہوئے ہوں گے، ان کا جو دینی اجتماع ہوتا ہے وہ بھی ناجائز ہوا۔

**واللہ اعلم** عزّوجلّ **ورسولہ اعلم** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ابو احمد مفتی محمد انس رضا قادری

09 ربیع الاول 1445ھ / 26 ستمبر 2023ء